تحقیق و تنقید

عہد نبوی کا انتظامیہ
حکام کے تقرر کی پالیسی

ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی

مدینہ منورہ کی شہری ریاست دس برسوں کے قلیل عرصہ میں ارتقا کی مختلف منزلیں طے کر کے ایک عظیم اسلامی ریاست بن گئی جس کے حدود حکمرانی شمال میں عراق و شام کی سرحدوں سے لے کر جنوب میں یمن و حضرموت تک اور مغرب میں بحر قلزم سے لے کر مشرق میں خلیج فارس و سلطنت ایران تک وسیع ہوگئی تھیں اور عملی طور سے پورے جزیرہ نمائے عرب پر اقتدار نبوی قائم ہوگیا تھا۔ اگرچہ اسلامی ریاست کا نظم و نسق آغاز کار میں عرب قبائلی روایات پر قائم و استوار تھا تاہم وہ جلد ہی ایک ملک گیر ریاست اور مرکزی حکومت میں تبدیل ہوگئی۔ یہ عربوں کے لیے ایک بالکل نیا سیاسی تجربہ تھا کیونکہ قبائلی روایات اور بدوی فطرت کے مطابق وہ قبائلی سیاسی اکائیوں میں منقسم رہنے کے عادی تھے۔ اور یہ سیاسی اکائیاں آزاد و خود مختار ہوتی تھیں جو اگرچہ ایک طرف قبائلی آزادی کے تصور کی علمبردار تھیں تو دوسری طرف سیاسی افراتفری اور اس کے نتیجہ میں مسلسل سیاسی چپقلش، فوجی تصادم اور علاقائی منافرت کی بھی ذمہ دار تھیں۔ عربوں میں نہ صرف یہ کہ مرکزیت کا فقدان تھا بلکہ وہ مرکزی و قومی حکومت کے تصور ہی کے مخالف تھے کہ وہ ان کی من مانی قبائلی آزادی کے لیے امر مانع تھا۔ وہ کسی "غیر" کی حکمرانی تسلیم ہی نہیں کر سکتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سیاسی معجزہ ہے کہ آپ نے مرکزیت دشمن قبائل عرب کو ایک سیسہ پلائی ہوئی امت میں تبدیل کر دیا اور ان کی گنت سیاسی اکائیوں کی جگہ ایک مرکزی حکومت قائم کر دی جس کی اطاعت بدوی و شہری سب ہی عرب کرتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا بلکہ واحد سبب یہ تھا کہ اب "قبیلہ یا خون" کے بجائے "اسلام یا دین" معاشرہ و حکومت کی اساس تھا۔ اسلامی حکومت کی سیاسی آئیڈیالوجی اب اسلام اور صرف اسلام تھا۔ جن کو اس سیاسی نصب العین سے مکمل اتفاق نہیں تھا ان کے لیے بھی بعض اسباب سے اس ریاست کی سیاسی بالادستی تسلیم کرنی ضروری تھی۔ بہرکیف یہ ناگزیر حقیقت سب کو تسلیم کرنی پڑی کہ اسلامی ریاست کا اقتدار اس کے تمام باشندوں پر لازمی تھا۔ اکثر نے مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے اور بعض طبقات نے صرف سیاسی

لحاظ سے حکومت نبوی کی اطاعت قبول کی تھی[۲۹]

تنظیمی ڈھانچے کے اعتبار سے حکومتِ نبوی کا نظم ونسق درجہ بدرجہ تین سطحوں پر قائم نظر آتا ہے:
(۱) مرکزی (۲) صوبائی اور (۳) مقامی۔ اقتدار و اختیار کا سرچشمہ زمین پر ذات نبوی تھی جس کے ہاتھ میں مرکزی حکومت کی باگ ڈور تھی۔ ستعد کارگزاری کے لیے سربراہ حکومت اپنے کچھ اختیار آمرکزی صوبائی اور مقامی حکام کو منتقل کر دیتے تھے۔ تینوں سطحوں کے حکام کے تقرر و تبدل اور عزل کا کلی اختیار سربراہ مملکت کو آئین الٰہی کے مطابق بلاکسی حجت و تکرار کے حاصل تھا۔ مرکزی انتظامیہ میں نائبین نبوی مشیران گرامی، کاتبین کرام، سفیرانِ رسالت، عہدہ داران خاص، شعراء و خطباء عظام کے علاوہ متعدد ثانوی کارکنان حکومت شامل تھے جبکہ صوبائی انتظامیہ میں ولاۃ ولایات اور ان کے ماتحت حکام شامل تھے۔ مقامی نظم ونسق کی سطح پر شیوخ قبائل، مقامی منتظمین، نقیبانِ شہر رسول، قضاۃ کرام اور افسرانِ بازار وغیرہ شامل تھے[۳۰] ذیل میں ہم انھیں افسروں اور حاکموں کی تقرری، معزولی اور تبدیلی کے باب میں نبی کریمؐ کی حکمتِ عملی کا جائزہ لیں گے۔

سیاسی اور انتظامی اہمیت کے اعتبار سے پہلا مقام نائبین نبوی کو حاصل ہے۔ مآخذ سے یہ مسلمہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی مدینہ منورہ کے باہر کسی بھی سبب سے تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے ایک جانشین (نائب/خلیفہ) چھوڑ جاتے[۳۱] مآخذ کے بعض فقروں سے یہ غلط فہمی بعض حلقوں میں پیدا ہو گئی ہے کہ اس نائب رسول کا کام صرف نماز کی امامت کرنا تھا[۳۲] حالانکہ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ آپ کی غیر حاضری میں شہر اور مرکزی حکومت کے تمام انتظامی معاملات کا نگراں و ذمہ دار ہوتا تھا۔ نماز کی امامت دراصل "قیادت کلی" اور "نیابت تام" سے کنایہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے مصادر سے "نائب رسول" کے اختیارات و فرائض کا علم واضح طور سے نہیں ہوتا لیکن ذیل کے تاریخی تجزیے سے اس عہدہ جلیلہ کی حقیقت اور اس پر فائز کارکنوں کے فرائض و اختیارات کی ماہیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

عہد نبوی میں اس عہدہ پر کل تیس تقرریاں کی گئیں جبکہ نائبین رسول کی کل تعداد محض تیرہ تھی[۳۳]
یعنی بعض خوش بخت صحابہ کو یہ سعادت بار بار ملی تھی[۳۴] تاریخی اور توقیتی، ترتیب کے مطابق پہلے غزوہ ودان کے زمانے میں حضرت سعد بن عبادہؓ خزرجی کو اور دوسرے غزوہ بواط کے دوران حضرت سعد بن معاذؓ اوسی کو یہ عہدہ ملا تھا[۳۵] مدینہ کے دو مقامی شیوخ قبیلہ کی یکے بعد دیگرے تقرری فراست نبوی، حکمت عملی اور دوراندیشی کی دلیل تھی کہ شہر کے دونوں اہم ترین مقامی طبقات — خزرج و اوس — کی اس طرح نہ صرف دل جوئی کی گئی بلکہ ان کو حکومت اسلامی میں برابر کا شریک ہونے کا احساس دلا کر ان کی مکمل

وفاداری و اطاعت بھی حاصل کرلی گئی۔ تیسری تقرری کا اشرف حضرت زید بن حارثہؓ کلبی کو غزوہ سفوان/بدر اولیٰ کے دوران حاصل ہوا[۵]۔ یہ تقرری نہ صرف امت اسلامی کے تمام ارکان کی معاشرتی و سیاسی مساوات کی دلیل ہے بلکہ خاندانی شرف و نجابت پر فخر کرنے والے عربوں کے نظریۂ نجابت کے لیے برہان قاطع بھی تھی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صلاحیت و لیاقت ہی بنائے تقرری تھی نہ کہ قرابت، خون کی رشتہ داری یا محض خاندانی وجاہت۔ حکمت نبوی کا یہ مظاہرہ چوتھی تقرری میں ہوا کہ ایک مولا اور غلام کے بعد غزوہ ذات العشیرہ کے دوران ایک قریشی حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد مخزومی کو یہ عہدہ عطا کیا گیا۔ صحابی موصوف آپ کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے[۶]۔ حضرت زید بن حارثہ کو ایک بار پھر یہ خدمت غزوہ مریسیع کے دوران تفویض ہوئی[۷]۔

غزوہ بدر کے دوران خلفاء رسول کی تقرری کے منہاج و مقصد پر کافی روشنی مصادر سے حاصل ہوتی ہے۔ ابن اسحاق اور ان کے جامع ابن ہشام کا بیان ہے کہ پہلے اس عہدہ پر حضرت عمرو بن ام مکتوم عامری قریشی کی تقرری عمل میں آئی مگر پھر کچھ مصالح کے پیش نظر ان کی جگہ حضرت ابو لبابہ بشیر بن عبد المنذر خزرجی کو مقرر کیا گیا[۸]۔ بعض مآخذ کے مطابق حضرت ابن ام مکتوم کے بجائے حضرت عاصم بن عدی اوسی کا پہلے تقرر ہوا تھا لیکن پھر ان کی جگہ حضرت ابو لبابہ نے سنبھال لی۔ تمام روایات کی تنقیح کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر کم از کم تین حضرات کو شہر کے مختلف علاقوں کی انتظامی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ حضرت ابو لبابہ خاص شہر رسول کے، حضرت عاصم بن عدی عجلانی اوسی شہر کے بالائی علاقے (العالیہ) اور حضرت حارث بن حاطب خزرجی اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے معاملات و امور کے نگراں تھے۔ حضرت ابو لبابہ کو غزوات بنی قینقاع اور سویق میں دوبار مزید خلافت نبوی کی سعادت ملی اور مجموعی طور سے ان کی تقرریوں کی تعداد تین ہوگئی[۱۰]۔

خلفاء و نواب رسول کے اس طبقہ میں سب سے اہم شخصیت حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کی ہے۔ جنھوں نے روایات کے اختلاف کے مطابق بارہ[۱۱] یا تیرہ[۱۲] مواقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا فریضہ انجام دیا تھا۔ اگرچہ بدر کبریٰ کے موقع پر بروایت ابن اسحاق ان کی تقرری عارضی ثابت ہوئی تاہم غزوہ کدر سے فتح مکہ تک پانچ برس کے دوران ان کو یہ سعادت بار بار ملتی رہی۔ مذکورہ مواقع کے علاوہ غزوات بحران، احد، حمراء الاسد، بنی نضیر، خندق، بنو قریظہ، لحیان، غابہ، حدیبیہ، فتح مکہ، حنین اور طائف کے زمانے میں ان کی تقرری ہوتی رہی[۱۳]۔ اسی دوران بعض دوسرے مواقع پر حضرات عثمان بن عفان اموی[۱۴] عبد اللہ بن رواحہ خزرجی[۱۵] سباع بن عرفطہ غفاری[۱۶] اور ابو رہم غفاری[۱۷] کی بالترتیب ذوامر اور ذات الرقاع، بدر الموعد، دومۃ الجندل اور عمرۃ القضیہ میں نیابت رسول پر تقرری ہوئی۔ ان میں سے حضرت عثمان کو پہلے دو غزوات کے زمانے میں دوبارہ یہ موقع ملا۔ اسی طرح حضرت سباع غفاری کو دوبار مزید تقرری خیبر، فدک و

وادی القریٰ اور حجۃ الوداع کے زمانے میں ملی۔ حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کو غزوہ تبوک کے دوران یہ شرف ملا جبکہ حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی کے نصیب میں خاندانِ رسالت کے امور کی دیکھ بھال کی سعادت آئی[۱۸]

مذکورہ بالا تیرہ[۱۳] نائبین رسول میں سے حضرت ابن ام مکتوم عامری قریشی کو بارہ[۱۲] یا تیرہ[۱۳] مرتبہ اس عہدہ سے سرفراز کیا گیا جبکہ حضرات عثمان بن عفان اموی، زید بن حارثہ کلبی اور ابوسلمہ مخزومی کو دوبار یہ سعادت ملی حضرات ابولبابہ اور سباع بن عرفطہ غفاری کو تین بار سعادت ملی اور بقیہ سات[۷] حضرات کو محض ایک بار۔ اس تفصیل سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یہ عہدہ تو مستقل تھا مگر عہدیدار اور ان کی تقرریوں کی نوعیت عارضی تھی۔ قبائلی نقطۂ نظر سے سب سے پہلے زیادہ تقرریاں یعنی سترہ[۱۷] قریش کو ملی تھیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ حصہ بنو عامر بن لوی کا تھا جبکہ بنو امیہ اور بنو مخزوم کے بطون کو صرف دو[۲] دو[۲] تقرریوں سے نوازا گیا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے پھر اوس کا نمبر آتا ہے جس کے پانچ[۵] ارکان نے سات[۷] بار یہ سعادت حاصل کی۔ ان کے بعد غفار کا درجہ ہے جن کے دو[۲] عہدیداروں نے چار[۴] مرتبہ یہ خدمت انجام دی۔ بقیہ کلب اور خزرج کے نصیب میں صرف دو[۲] بار خلافت آئی۔ اوپر کی تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علاقائی نمائندگی کے لحاظ سے مرکزی عرب کے قریش و انصار نے غالب حصہ پایا تھا جبکہ دوسرے قبائل میں صرف مغربی حصہ کے ایک قبیلہ غفار کو نمائندگی ملی تھی۔ شمالی عرب کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی اور جنوبی، مشرقی اور بقیہ عرب کے قبائل کی نمائندگی بالکل نہیں تھی۔ قبولِ اسلام کے اعتبار سے خلفاء رسول کی غالب اکثریت اگرچہ سابقین اولین میں سے تھی مگر انصار کے تمام افراد کا تعلق مدنی عہد سے تھا۔ ان میں ایک[۱] دو[۲] کے سوا بقیہ سے کہیں زیادہ قدیم مسلمان موجود تھے مگر ان کو یہ عہدہ کسی سبب سے نہیں عطا کیا گیا[۱۹]

تمام اکابر قریشی صحابہ جیسے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حمزہؓ وغیرہ کو اس طبقہ میں کوئی جگہ نہیں ملی۔ مدت عہدہ پانچ دن سے تقریباً تین[۳] ماہ تک غزوات کی نوعیت کے مطابق مختلف رہی[۲۰]۔ بہ اعتبار عمر سب ہی جوان طبقہ کے لوگ تھے اور ان میں سب سے معمر حضرت عثمان اموی تھے جن کا شمار ادھیڑ عمر والوں میں کیا جاسکتا ہے[۲۱]

سیاسی اہمیت اور انتظامی خاصیت کے لحاظ سے دوسرا طبقۂ عمال مشیروں پر مشتمل تھا۔ حکم الٰہی بھی ہے[۲۲] اور سنت رسول بھی کہ اسلامی حکومت کے تمام امور مسلمانوں کے باہمی مشاورت سے طے کئے جائیں۔ حکومت نبوی کی ایک اہم خصوصیت شوریٰ بھی قرار دی گئی ہے[۲۳] اور مآخذ میں خاص کر سیرتی ادب میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ ان میں بیشتر کا تعلق فوجی امور سے ہے۔ اگرچہ کچھ گنی چنی مثالیں ہی اقتصادی اور انتظامی معاملات سے متعلق بھی مل جاتی ہیں۔

شوریٰ کی پہلی نبوی مثال تاریخی ترتیب کے مطابق ایک مذہبی معاملہ سے ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ہجرت کے معًا بعد نماز کے لئے بلانے کے طریقہ پر آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ متعدد رائیں دی گئیں اور بالآخر فیصلہ مروجہ اذان کے کلمات پر ہوا جس کی رائے بہ اختلاف روایات حضرات عبداللہ بن زید انصاری اور عمر بن خطاب عدوی قریشی کے علاوہ متعدد دوسرے اصحاب نے دی تھی[24]۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جگہ کا انتخاب صلاح و مشورہ کے بعد ہی ہوا تھا[25]۔ مواخاۃ کا نظام بھی طرفین کی مرضی اور باہمی مشاورت سے قائم کیا گیا تھا[26]۔ مدینہ کے یہودی قبائل کی آراضی کی تقسیم انصار کے مشورہ و مرضی سے عمل میں آئی تھی[27]۔ بحرین میں جب انصار مدینہ کو آراضی کے قطائع دئے گئے تو انھوں نے اپنے جذبہ اخوت سے سرشار ہو کر اس وقت تک لینے سے انکار کیا جب تک ان کے مہاجر بھائیوں کو بھی اسی قدر نہ دئے جائیں[28]۔ واقعۂ افک کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور صلاح کی تھی[29]۔ پردہ کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروق برابر مشورے دیتے رہے بالآخر وہ قانون الٰہی بن کر جاری ہوئے[30]۔ صلح حدیبیہ کے دوران ایک نازک موقعہ پر حضرت ام سلمہ کا مشورہ دربار نبوی میں مقبول ہوا[31]۔ جنگ خیبر میں مسلم عورتوں کو ان کی شدید خواہش و اصرار پر شرکت کی اجازت دی گئی[32]۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرات ابوسفیان بن حرب اموی اور عکرمہ بن ابی جہل مخزومی وغیرہ متعدد اشراف کی جانشینی کی سفارش بعض دور اندیش مسلمانوں نے کی تھی[33]۔ جبکہ حضرت ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دینے کا مشورہ حضرت عباس ہاشمی نے دیا تھا[34]۔ واقعۂ ایلاء کے سلسلہ میں حضرت عمر فاروق کا اسم گرامی بطور مشیر نبوی نظر آتا ہے[35]۔ معاہدات کے سلسلہ میں غزوات خندق اور خیبر کے دوران انصار کے بعض سرداروں سے مشورہ کا ذکر ملتا ہے[36]۔

حربی امور کے سلسلہ میں مشورہ اور ان کے مشیروں کے اسماء گرامی کا ذکر خاصی صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ غزوہ بدر سے قبل جب قریش مکہ کی فوج کی آمد کی خبر ملی تو اسلامی شوریٰ منعقد ہوئی اور حضرات ابوبکر و عمر و مقداد بن عمرو خزاعی نے مہاجرین میں سے اور حضرات سعد بن معاذ اوسی، سعد بن عبادہ خزرجی اور حباب بن منذر خزرجی نے آپ کے منصوبہ جنگ کی بھرپور حمایت کی[37]۔ میدان بدر میں موجود کنوؤں کو اندھا کرنے کا مشورہ مشہور ماہر حرب حضرت حباب بن منذر خزرجی نے دیا[38]۔ جنگ بدر کے قریشی قیدیوں کے سلسلے میں حضرات ابوبکر و عمر نے باہم مختلف مشورے دئے جن میں سند قبول اول الذکر کے مشورہ کو ملی[39]۔ غزوۂ احد کے موقعہ پر اس مسئلہ پر شوریٰ ہوئی کہ جنگ مدینہ میں محصور ہو کر لڑی جائے یا کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔ بشمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متعدد بلکہ بیشتر اکابر و اہل رائے صحابہ کی رائے پہلی تجویز کے حق میں تھی جبکہ متعدد صاحب رائے اور پرجوش صحابہ خصوصًا حضرات حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی، سعد بن عبادہ خزرجی نعمان بن مالک، مالک بن سنان، ایاس بن اوس، خیثمہ بن حارث اور

انس بن قتادہ دوسری رائے کے حق میں تھے اور انھیں کے اصرار پر فیصلہ بھی ہوا[۴۰]۔ ایک بہت بڑی سازش اور اسلامی ریاست کے خطرناک دشمن کعب بن اشرف کے قتل کے سلسلہ میں حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کی رائے طلب کی گئی تھی[۴۱]۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے جنگ کے موقع پر شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا[۴۲]۔ محاصرہ کے طول کھینچ جانے کے دوران عطفان کے سرداروں کو مدینہ کی نصف پیداوار دے کر واپس جانے پر راضی کرنے کی تجویز پر شوریٰ ہوئی جس میں حضرات سعد بن معاذ اوسی، اسید بن حضیر اوسی اور سعد بن عبادہ خزرجی نے تجویز کی مخالفت کی اور وہ بالآخر مسترد ہوگئی[۴۳]۔ اسی طرح کی دوسری تجویز جنگ خیبر کے دوران آئی جو انھیں سرداروں نے مسترد کرادی[۴۴]۔ صلح حدیبیہ کے سلسلہ میں قریش سے گفت وشنید کے لیے حضرت عثمان بن عفان اموی کی بطور سفیر نبوی تقرری حضرت عمر فاروق کے مشورے سے ہوئی[۴۵]۔ غزوۂ خیبر میں حضرت حباب کی رائے پر پہلے بعض درختوں کے کاٹنے کا حکم صادر ہوا تھا جو کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ کے مشورہ پر منسوخ کردیا گیا[۴۶]۔ ماخذ سے واضح ہوتا ہے کہ جنگی معاملات میں اکثر وبیشتر حضرت حباب بن منذر خزرجی کے مشورے کو شرف قبول ملتا تھا۔ چنانچہ بدر، خندق، خیبر اور طائف وغیرہ کے مواقع پر مسلم خیمہ گاہ کے سلسلے میں ان کی رائے حتمی سمجھی گئی[۴۷]۔ حضرت بشیر بن سعد خزرجی کی بطور امیر سریہ تقرری حضرات شیخین کے متفقہ مشورہ پر ہوئی تھی[۴۸]۔ جبکہ حنین کے دوران طریق جنگ پر حضرت عمر فاروق نے اور محاصرۂ طائف کے دوران منجنیق کے استعمال پر حضرت سلمان فارسی نے مشورہ دیا تھا[۴۹]۔ اور حضرت نوفل بن معاویہ دئلی کے مشورہ پر اس کا محاصرہ اٹھایا گیا تھا[۵۱]۔ اسی طرح تبوک سے واپسی کا نبوی فیصلہ فاروقی مشورہ سے ہوا تھا[۵۲]۔

مشیروں کے طبقہ عمال میں لگ بھگ پچاس[۵۳] صحابہ کرام کے اسماء گرامی ملتے ہیں جن میں بعض صحابیات بھی شامل ہیں۔ استقصا سے اور بھی نام مل سکتے ہیں۔ نبوی شوریٰ دراصل تمام مسلمانوں کے لیے اصولاً کھلی ہوئی تھی مگر آپ عموماً مشورہ اہل رائے حضرات ہی سے لیتے تھے۔ اس میں مہاجرین وانصار کے تمام اکابر صحابہ شامل تھے۔ زمانہ قبول اسلام کے لحاظ سے ان میں سابقین اولین بھی شامل تھے اور متاخرین بھی۔ خاص بات یہ کہ ان کی اکثریت جوانوں پر مشتمل تھی جبکہ بزرگوں میں سے صرف دو چار نام نظر آتے ہیں۔ علاقائی اور قبائلی نمائندگی کے لحاظ سے ان کی غالب اکثریت کا تعلق وسطی عرب کے قبائل قریش وانصار سے تھا۔ ان میں بعض موالی بھی شامل تھے اور ان کی حیثیت کسی اعتبار سے بھی فروتر نہیں تھی۔

حکومت نبوی کے انتظامی کارپردازوں میں کاتبین نبوی کو بڑی اہمیت حاصل تھی کہ وہ وحی الٰہی جو قانونِ اسلامی کا اولین واہم ترین سرچشمہ تھا کے علاوہ معاہدات وخطوط وفرامین کے لکھنے والے اور نبوی

انتظامیہ کے سکریٹری تھے۔ متعدد مورخین اور مصنفین کے یہاں ان کی تعداد مختلف ہے۔ ہماری تحقیق و جستجو کے مطابق ان کی کم از کم تعداد بینتالیس تھی۔ امکان یہ ہے کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ رہی ہوگی اور اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ضرورت ہوتی تو آپ موجود لوگوں میں سے کسی سے بھی یہ خدمت لے لیتے۔ البتہ مخصوص اور اہم خدمات کے لئے مخصوص حضرات ہی متعین تھے جیسا کہ حضرات معاویہ بن ابی سفیان اموی، زبیر بن عوام اسدی وغیرہ کی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے[۵۳]۔

کاتبین وحی میں حضرات عثمان بن عفان اموی، خالد بن سعید اموی، ارقم بن ابی ارقم مخزومی، علی بن ابی طالب ہاشمی، شرحبیل بن حسنہ کندی، اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری کے اسماء گرامی مکی عہد کے کاتبوں میں گنائے جاتے ہیں[۵۴]۔ ان کے علاوہ دوسرے اکابر مکی صحابہ جیسے حضرات شیخین وغیرہ بھی اس سعادت سے یقینی طور پر بہرہ ور ہوئے تھے۔ مدنی عہد میں وحی کے کاتبین تو متعدد تھے مگر کاتب اعظم کا عہدہ حضرت ابی بن کعب خزرجی اور ان کے نائب کا منصب حضرت زید بن ثابت خزرجی کو ملا۔ دوسرے بزرگوں میں مکی عہد کے بعض حضرات بھی شامل تھے۔ ان کے علاوہ حضرات معاویہ بن ابی سفیان اموی، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، علاء بن عقبہ، حنظلہ اسیدی سجل اور ایک نامعلوم نصرانی نومسلم کے علاوہ ابن خطل کے نام بھی کاتبین وحی میں گنائے جاتے ہیں[۵۵]۔ ظاہر ہے کہ اور دوسرے حضرات بھی اس شرف کے مستحق بنے ہوں گے۔

خطوط و فرامین لکھنے والوں میں سرفہرست حضرات علی ہاشمی، ابی خزرجی، معاویہ اموی، خالد اموی، مغیرہ ثقفی، علاء بن عقبہ، ارقم مخزومی، ثابت خزرجی، عثمان اموی، شرحبیل کندی، جہیم بن صلت مطلبی، علاء بن حضرمی، عبداللہ بن زید انصاری، عبداللہ بن ابی بکر تیمی، محمد بن مسلمہ اوسی، زبیر بن عوام اسدی، قضاعی بن عمرو، ابان اموی، یزید بن ابی سفیان اموی، ابوسفیان بن حرب اموی، عامر بن فہیرہ تیمی، طلحہ بن عبید اللہ تیمی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، خالد بن ولید مخزومی، حاطب و حویطب، فرزندان عمرو عامری، حذیفہ بن یمان عطفانی اوسی، حصین بن نمیر، ابوایوب انصاری، معیقب بن ابی فاطمہ دوسی، عمرو بن عاص سہمی، بریدہ بن حصیب اسلمی، ابوسلمہ مخزومی، عبد ربہ، عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول خزرجی کے اسماء گرامی مذکورہ بالا کاتبین وحی کے علاوہ بتلائے جاتے ہیں۔ یہاں بھی اس امکان سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ ان کے علاوہ متعدد دوسرے صحابہ کرام بھی اس طبقہ عمال میں شامل تھے[۵۶]۔

مخصوص معاملات کے کاتبوں میں حضرات حصین بن نمیر اور مغیرہ بن شعبہ شامل تھے جو خفیہ امور تحریر کرتے تھے جبکہ حضرات زبیر بن عوام اور جہیم بن صلت صدقات و محاصل کے کاتب تھے۔ حضرت حذیفہ بن یمان آراضی کی پیداوار کے اور حضرت شرحبیل بن حسنہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام فرامین رسالت کے

کاتب تھے۔ حضرت معاویہ اموی کا بعض مواقع پر خاص طور سے انتظار کیا گیا تھا۔ حضرت معیقب بن ابی فاطمہ دوسی نہ صرف کاتب نبوی تھے بلکہ صاحب خاتم نبوی بھی تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہی خدمت حضرت حنظلہ بن ربیع اسدی بھی انجام دیتے تھے۔ لیکن سب سے بڑے اور صحیح معنوں میں آپ کے سکریٹری حضرت بلال حبشی رض تھے جو آپ کے خانگی امور کے نگراں، قرض وادھار کے منتظم، میزبانی کے مہتمم، اذن واجازت دلوانے والے، سترہ بردار، وضو کے پانی کے دیکھ بھال کرنے والے، انعام کی رقم عطا کرنے والے، خازن خزانچی، منادی ومعلن، سفیر اور متعدد دوسرے فرائض وامور کے نگراں تھے۔[۵۶]

ان کاتبوں کا تعلق سابقین، متوسطین اور متاخرین اسلام کے طبقات سے تھا۔ سترہ[۵۷] کے لگ بھگ اولین مسلم میں تھے جبکہ بقیہ میں سے اکثر متاخرین میں شامل تھے۔ اکثر وبیشتر جوان طبقہ کے تھے۔ تقریباً اکتیس[۳۱] حضرات کا تعلق وسطی قبائل قریش وانصار سے تھا جبکہ بقیہ میں سے اکثر ان کے حلیفوں میں سے تھے۔ ایک دو کے سوا جن کا تعلق مشرقی ومغربی قبائل ثقیف واسلم سے تھا سب کے سب مکہ کے مہاجر یا مدینہ کے باشندے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کی تقرری ان کی کاتب ہونے کی صلاحیت کے علاوہ ان کی دیانت و امانت اور اعلیٰ کردار کے سبب ہوئی تھی۔ اگر وہ ایمان وعمل کی کسوٹی پر کھرے نہ اترے ہوتے تو ہرگز اس مہتم بالشان کام کے مستحق نہ ٹھہرتے۔[۵۸]

سفیران نبوی کا طبقہ حکام نبوی حکمت عملی کے باب کا اہم ترین جزو تھا۔ ان کے ضروری اوصاف حکمت وفراست دیانت وامانت، طلاقت وفصاحت اور شخصیت وجاذبیت تھے۔ موقع ومحل کی موزونیت بھی ایک اضافی صفت تھی۔ دور جدید کے ایک عرب عالم کتّانی نے نبوی سفیروں کو ان کے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے تو کچھ دوسرے صلح کے معاہدے کرنے کے لیے۔ بعض نے لوگوں کو امان دی تھی تو بعض دوسروں نے غیر ممالک سے مسلم طبقات کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ بعض نے تحائف پہونچائے تھے تو بعض دوسروں نے کافروں کو ان کے کفر کے برے نتائج سے آگاہ کیا تھا۔[۵۹] ظاہر ہے کہ یہ تقسیم وتعین کار نہ تو مکمل وجامع ہے اور نہ اس سے پوری تفصیل ہی سامنے آتی ہے۔ بہر حال اس سے سفیروں کی خدمت کی نوعیت کا کچھ اندازہ ضرور ہوتا ہے۔

[۶۰] تاریخی ترتیب کے لحاظ سے اسلامی سفیروں کی پہلی تقرری عسکری یا نیم عسکری مہموں کے زمانے سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن خطاب کی تقرری کا ذکر غزوہ بدر کے ضمن میں ملتا ہے جبکہ انھوں نے قریش کو جنگ سے پہلوتہی کی دعوت دی۔ حضرت محمد بن مسلمہ اوسی کو بنو قینقاع اور

ان کے بعد بنو نضیر کے یہود کو فیصلۂ نبوی سے آگاہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا[۵۹] اسی طرح بنو قریظہ کو دوران جنگ احزاب سازش کرنے سے روکنے اور معاہدہ یاد دلانے کی غرض سے حضرات سعد بن معاذ اوسی، سعد بن عبادہ خزرجی اور عبداللہ بن رواحہ خزرجی کو بعض دوسرے صحابہ کے ساتھ بھیجا گیا[۶۰] صلح حدیبیہ کے دوران قریش مکہ سے صلح کی گفت و شنید کے لیے کم از کم تین سفیروں — حضرات خراش بن امیہ خزاعی، عثمان بن عفان اموی اور علی بن ابی طالب ہاشمی کی تقرری عمل میں آئی[۶۱] دوسرے عرب قبائل اور شیوخ کے پاس جو سفارتیں روانہ کی گئیں ان کی تعداد خاصی معتدبہ ہے۔ حضرت سلیط بن عمرو عامری کو شاہان یمامہ کے پاس دعوت اسلام دے کر بھیجا گیا۔ اسی زمانے میں حضرات علاء بن حضرمی، عمرو بن عاص سہمی اور مہاجر بن ابی امیہ مخزومی کو بالترتیب بحرین، عمان اور حمیر (یمن) کے بادشاہوں کے دربار کو روانہ کیا گیا۔ متعدد دوسرے سفیروں میں حضرات نمیر بن خرشہ ثقفی، ظبیان بن مرثد سدوسی، عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، دحیہ بن خلیفہ کلبی اور علقمہ و عمرو فرزندان فغواء خزاعی کو بالترتیب قبائل طائف، بکر بن وائل، حمیر، اسقف نجران اور ابوسفیان بن حرب اموی کے پاس روانہ کیا گیا۔ پہلی چار سفارتیں کلی طور سے مذہبی/سیاسی تھیں جبکہ آخری دو سفارتیں قریش کے حاجت مندوں کے لیے مالی امداد لے کر گئی تھیں۔ اسی مقصد کے لیے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کی بھی ایک سفارت کا ذکر ملتا ہے[۶۲] حیات نبوی کے آخری زمانے میں بعض سفارتیں مختلف قبائل عرب کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ چنانچہ اس ضمن میں حضرات وبر بن عمیس خزاعی (ابنا یمن اور ان کے شیوخ کے پاس) فرات بن حیان عجلی (بنو حنیفہ کے ایک مسلم سردار حضرت ثمامہ بن اثال کے لیے) اقرع بن حابس حمیری (شاہان زود اور مران کے دربار میں)، صلصل بن شرحبیل (قبیلہ بنی عامر کے علاقہ میں) ضرار بن الازور اسدی (ان کے اپنے قبیلہ کے بطون بنو صیدا اور بنو ویل کے پاس)، اور زیاد بن حنظلہ تمیمی اور نعیم بن مسعود اشجعی/غطفانی کو ان کے اپنے قبیلوں کے درمیان بھیجے جانے کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح یمامہ کے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے پاس کم از کم تین سفارتوں کا حوالہ آیا ہے، جو بالترتیب حضرات عمرو بن امیہ ضمری حبیب بن زید خزرجی اور عبداللہ بن وہب اسلمی کی سرکردگی میں بھیجی گئی تھیں۔ کتانی کے بقول حضرات عمیر بن وہب جمحی اور ام حکیم بنت ہشام مخزومی نے بطور سفیران نبوی صفوان بن امیہ جمحی اور عکرمہ بن ابی جہل مخزومی کو امان کا پیغام پہونچایا تھا۔ اس کے علاوہ متعدد سفارتیں عرب قبائل/شیوخ کی خدمت میں بھیجی گئی تھیں جن کے سفیروں کے نام مصادر میں نہیں مذکور ہوئے۔ البتہ بعض ناموں کا ذکر اسد الغابہ میں ضرور ملتا ہے[۶۳]۔

مشہور روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کے معًا بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض پڑوسی

سلاطین اوران کے عرب باجگذاروں کے پاس کئی سفارتیں تبلیغ اسلام اور سیاسی مفاہمت کے لیے روانہ کی تھیں۔ یہ سفیر حضرات دحیہ بن خلیفہ کلبی، عبداللہ بن حذافہ سہمی، عمرو بن امیہ ضمری، حاطب بن ابی بلتعہ لخمی، شجاع بن وہب اسدی اور حارث بن عمیر ازدی تھے جو بالترتیب رومی شہنشاہ ہرقل، ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز، نجاشی حبشہ اصحمہ مقوقس مصر، شاہ تخوم شام اور حارث بن عمیر غسانی شاہ بصریٰ کے درباروں میں اسلام کا پیغام لے کر گئے تھے۔[۶۲]

کل سفیران نبوی جن کے نام کتب تاریخ وسیر میں اب تک مل سکے ہیں انتالیس[۳۹] ہیں جبکہ ان کی کل تقرریوں کی کل تعداد تینتالیس[۴۳] ہے۔ یعنی بعض حضرات نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ خدمت انجام دی تھی۔ مرکزی عرب کے قبائل میں قریش کے آٹھ افراد نے آٹھ مواقع پر سفارت کا عہدہ سنبھالا تھا۔ ان کے بطون میں بنو مخزوم اور بنو سہم کے دو دو افراد شامل تھے جبکہ بنو ہاشم، بنوامیہ، اور بنو عامر بن لوی کا صرف ایک ایک فرد۔ دل چسپ بات ہے کہ زمانہ قبل اسلام میں عہدہ سفارت رکھنے والے بطن بنو عدی (خاندان عمر بن خطاب) کا صرف ایک نمائندہ شریک تھا۔ بقیہ مرکزی قبائل میں خزرج کے دو افراد نے تین بار اور اوس کے دو افراد نے اتنی ہی بار سفارت کا فرض انجام دیا تھا۔ شمالی عرب کے قبیلے کلب کے تین افراد نے دو بار اور لخم کے ایک سفیر نے پیغام نبوی پہونچایا تھا۔ مشرقی قبائل میں ہوازن، خزیمہ اور غطفان کے بالترتیب تین، دو اور ایک سفیر تھے۔ جبکہ مغربی قبائل میں خزاعہ کے سات سفراء نے باری باری سے یہ خدمت انجام دی تھی۔ کنانہ کے ایک سفیر نے تین مواقع پر اور ازد شنوءہ کے ایک سفیر نے عہدہ سفارت سنبھالا تھا۔ جنوبی قبائل میں بجیلہ، سدوس، حضر موت اور حمیر کے بالترتیب دو دو اور ایک ایک سفیر تھے۔ منتشر قبائل میں صرف تمیم کے ایک سفیر کو نمائندگی ملی تھی جبکہ بقیہ دو کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ جہاں تک ان سفیروں کے زمانہ قبول اسلام کا تعلق ہے تو ان میں سے صرف ایک چوتھائی کا تعلق سابقین اولین کے طبقہ سے تھا۔ اور اس سے کچھ کم کا متوسطین کے طبقہ سے اور بقیہ کا متاخرین کے طبقہ سے تھا۔ عمر کے اعتبار سے غالب ترین اکثریت جوانوں کی تھی۔ اسلام میں عہدۂ سفارت عارضی تھا اور سفیروں کو غالباً زاد راہ کے سوا اور کوئی معاوضہ بھی نہیں ملتا تھا۔

بعض انتظامی امور کو انجام دینے اور بعض احکام شریعت کے نفاذ کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مخصوص افسروں کو بھی مقرر فرمایا تھا۔ یہ خدمت بھی عارضی نوعیت کی تھی اور سراسر رضاکارانہ۔ اس ضمن میں سب سے مشہور واقعہ حضرت سعد بن معاذ اوسی کے بنو قریظہ کے معاملہ میں حکم بنائے جانے کا ہے۔[۶۶] اس تحکیم کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ انھوں نے تمام مردان و بالغان یہود کے قتل عام کا

فیصلہ کیا تھا، لیکن جدید تحقیقات نے اس پر شبہ کا اظہار کیا ہے۔ اس طبقۂ عمال میں سب سے اہم حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی تھے جنھوں نے تین مواقع پر تقرری کی سعادت پائی۔ دو بار بنو جذیمہ اور بنو جذام کے مقتولوں کی دیت / خوں بہا ادا کرنے اور ان کے قیدیوں کو واپس کرنے کے لیے مقرر ہوئے تھے اور ایک بار فتح مکہ کے دوران بعض پرجوش مسلمانوں کی غلطی سے ہونے والی خوں ریزی کا معاوضہ ادا کیا تھا۔[۵۵] غزوۂ تبوک کے زمانے میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمی نے غزوہ سے قبل منافقین کے ایک سازشی مرکز کو منہدم کیا تھا تو غزوہ کے بعد حضرات مالک بن دخشم اوسی اور معن بن عدی اوسی نے ان کی "مسجد ضرار" کو مسمار کیا تھا۔[۵۶] حضرت انیس بن ضحاک سلمی نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت پر زنا کی حد جاری کی تھی۔[۵۷] جبکہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایک عیسائی کی آدھی دولت بطور جرمانہ ضبط کی تھی۔[۵۸] دو بھائیوں کے درمیان ایک جائداد کے معاملے پر جھگڑے کو سلجھانے کے لیے حضرت حنظلہ بن یمان کو مقرر کیا گیا تھا۔[۵۹] حضرت ابو امامہ باہلی نے خون کھانے کی حرمت کے قانون کا نفاذ کیا تھا۔[۶۰] جبکہ حضرت علی نے مکہ میں اس حکم الٰہی کا اعلان کیا تھا کہ فتح کے چار ماہ بعد مکہ میں کافروں کا داخلہ ممنوع ہوگا۔[۶۱] خیبر کے زمانے میں بعض ماکولات و مشروبات اور معاملات لین دین کے حرام ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح اس زمرہ میں حضرات علاء بن عقبہ اور ارقم بھی شامل نظر آتے ہیں اگرچہ ان کے فرائض کی نوعیت واضح نہیں ہے۔[۶۲] بہر کیف بارہ معلوم افسران خصوصی میں سے تین کا تعلق قریش کے بطون ہاشم، تیم اور عدی سے ہے جبکہ خزرج کا کوئی فرد شریک نہیں ہے البتہ اوس کے چار حضرات کو یہ شرف نصیب ہوا۔ بقیہ قبائل میں ازد، اسلم اور غطفان کے افراد تھے اور دو کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ قریشی افسران سابقین میں سے تھے جبکہ بقیہ کا تعلق مدنی عہد سے ہے۔ البتہ باعتبار عمر سب کا تعلق جوانوں کے طبقہ سے تھا۔

قرون وسطیٰ کے عرب میں شعر و خطابت کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا کہ وہ ابلاغ کے دو طاقتور و موثر ترین ذرائع تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سبب سے شعراء و خطباء کی صلاحیتوں کو اسلام اور ریاست کے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا تھا۔ خطابت تو خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت تھی تاہم ایک موقعہ پر آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس خزرجی سے بھی یہ خدمت لی تھی۔ آپ کے مستقل شعراء حضرات حسان بن ثابت خزرجی، کعب بن مالک خزرجی اور عبد اللہ بن رواحہ خزرجی تھے۔ یہ تینوں مدنی مسلم اور صاحب طرز شاعر تھے اور ان میں حضرت حسان کافی معمر تھے ایک اسلمی صحابی حضرت عامر بن سنان کا بھی ذکر شعراء دربار رسالت میں ملتا ہے۔[۶۳] ممکن ہے کہ اس خدمت کے لیے اور بھی صحابہ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لایا گیا ہو۔

بعض ایسے کارکنوں کا ذکر ملتا ہے جن کا کام ذات رسالت کے دولت کدہ کی دربانی تھی۔ یہ خدمت حضرات عویم بن ساعدہ اوسی، رباح اسود حبشی، عنبہ، ابوموسیٰ اشعری اور انس بن مالک خزرجی نے ایک آدھ بار انجام دی تھی جبکہ آپ کے مستقل دربان، حاجب اور آذن حضرت عبداللہ بن زمعہ اسدی قریشی تھے جو آخری مدنی عہد میں مسلمان ہو کر مدینہ آگئے تھے اور مستقل دربانی کا فرض مسلسل انجام دیتے تھے۔ حضرات رباح اور عنبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی تھے اور مکی عہد کے مسلمان، جبکہ حضرت عویم ابتدائی مدنی عہد کے مسلم تھے اور بقیہ آخری مدنی عہد کے۔ تاہم ان سب کا تعلق جوانوں کے طبقہ سے تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دربانی رضاکارانہ تھی اور وہ ذات رسالت اور عوام کے درمیان سد راہ نہ تھی بلکہ عوامی رابطہ اور پل کا کام انجام دیتی تھی۔[۷۸]

صوبائی انتظامیہ میں سب سے اہم، فعال اور صاحب اقتدار طبقہ والیوں / گورنروں کا تھا جو اپنی ولایات / صوبوں میں مکمل خود مختاری اور تمام فوجی، مالی، انتظامی اور مذہبی اختیارات رکھتا تھا اور اگر کوئی قدغن اس کے اختیار پر تھی تو وہ کتاب الٰہی اور فرامین نبوی کی تھی کہ اس سے کسی مسلم حاکم کو مفر نہ تھا۔[۷۹] صوبائی منتظمین کا تقرر مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر واقع علاقوں کی فتح کے بعد عمل میں آیا تھا اور ان میں سب سے پہلے خیبر، تیمار، وادی القریٰ اور قریٰ عربیہ کے علاقے تھے جن کے بالترتیب گورنر / والی حضرات سواد بن غزیہ خزرجی، عمرو بن سعید اموی، یزید بن ابی سفیان اموی اور عبداللہ (حکم) بن سعید اموی تھے۔[۸۰] ان کا تقرر غالباً ۷ھ / ۶۲۸ء ہی میں ہو گیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد شہر خدا کے پہلے گورنر حضرت ہبیرہ بن شبلی ثقفی تھے جن کی تقرری عارضی ثابت ہوئی۔[۸۱] اور جلد ہی ان کی جگہ حضرت عتاب اموی نے لے لی جو بقیہ عہد نبوی اور ایک روایت کے مطابق پورے خلافت صدیقی میں اس عہدۂ جلیل پر فائز رہے۔[۸۲] وسطی عرب خاص کر مکہ مکرمہ کے قرب و جوار کے علاقے میں طائف، دبا اور جدہ کی ولایات کا واضح ذکر ملتا ہے جن کے گورنر بالترتیب حضرات عثمان بن ابی العاص ثقفی، حذیفہ بن یمان ازدی اور حارث بن نوفل ہاشمی تھے۔[۸۳] مشرقی ولایات میں حضرات عمرو بن عاص سہمی مرکزی گورنر تھے جبکہ حضرات جیفر اور عبد فرزندان جلندی جو سابق فرمانروایان علاقہ تھے صوبائی گورنر یا منتظم تھے۔ بحرین کے سابق فرمانروا حضرت منذر بن ساوی تمیمی اپنے علاقہ پر حضرات علاء بن حضرمی اور ابان بن سعید اموی کے زیر نگرانی انتظامی امور انجام دیتے تھے۔ مآخذ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بحرین و عمان کے ولایات دو دو علیحدہ انتظامی علاقوں میں منقسم تھیں جن کے لیے مرکزی نمائندے اور منتظم الگ الگ مقرر کئے جاتے تھے۔[۸۴] مشرقی سواحل اور وسطی عرب کے درمیان قبیلہ طے میں حضرت عدی بن حاتم طائی حکمران تھے مگر ان کی حیثیت گورنر سے زیادہ مقامی منتظم کی معلوم ہوتی ہے۔[۸۵]

شمالی علاقہ میں جو حدود شام کے قریب تھا حضرت شرجیل بن حسنہ کندی کا مقام گورنر جنرل کا تھا کہ ان کا صدر مقام ایلہ تھا اور وہ متعدد دوسرے ماتحت مرکزی منتظمین بھی رکھتے تھے جو مختلف علاقوں میں تعینات تھے[۸۶]۔ لیکن علاقہ کی وسعت، اختیارات کی ہمہ گیری اور شہرت عام کے اعتبار سے سب سے اہم گورنر حضرت معاذ بن جبل خزرجی تھے جو پورے جنوبی عرب کے گورنر جنرل تھے اور یمن و حضرموت کے تمام مرکزی منتظمین / والی ان کے ماتحتی میں کام کرتے تھے[۸۸]۔ ان ماتحت گورنروں میں حضرات یعلیٰ بن امیہ تمیمی (الجند)، خالد بن سعید اموی (صنعاء) طاہر بن ابی ہالہ تمیمی (عک و اشعر)، عکاشہ بن ثور غوثی (سکاسک و سکون)، ابوعبیدہ بن جراح فہری (نجران) عمرو بن حزم خزرجی (نجران)، ابوسفیان بن حرب اموی (جرش)، سعید بن قشیب ازدی (جرش)، ابوموسیٰ اشعری (زبید، رمع، عدن اور ساحل)، زیاد بن لبید خزرجی (حضرموت)، عامر بن شہر ہمدانی (ہمدان) اور مہاجر بن ابی امیہ مخزومی (کندہ) کے اسمائے گرامی شامل ہیں[۸۸]۔ حضرت معاذ اور ان کے ماتحت گورنروں کا تقرر حضرت باذان اور ان کے فرزند رشید حضرت شہر بن باذان ایرانی کی وفات کے بعد ہوا تھا۔ ان دونوں ایرانی ابنا نے ۶۲۸ء سے ۶۳۲ء تک یمن اور دوسرے علاقوں پر بطور گورنر اسلامی حکومت کی تھی۔ دراصل باذان ایرانی شہنشاہ کے گورنر تھے اور انھوں نے خسرو پرویز کے قتل کے بعد اسلامی ریاست سے وفاداری استوار کر لی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ان کو پورے یمن کا گورنر برقرار رکھا۔ ان کی موت کے بعد ان کے فرزند شہر نے عنانِ حکومت سنبھالی مگر مرکز کو فوراً صوبہ کے سیاسی حالات کے اتار چڑھاؤ کی اطلاع دی مرکز سے اسی کے بعد حضرت معاذ بن جبل اور ان کے معاونین کو بھیجا گیا تھا۔ ان نئے مرکزی منتظمین کی آمد کے فوراً بعد ہی حضرت شہر بن باذان کی شہادت یمن کے مدعیِ نبوت اسود عنسی کے ہاتھوں ہوئی۔ اور نئے گورنروں نے اپنی اپنی ولایت کے معاملات سنبھال لیے مگر جلد ہی ان کو ردہ کے فتنہ کا سامنا ہوا جس میں وہ پوری طرح کامیاب و کامران رہے[۸۹]۔

حکومتِ نبوی کے افسران میں والیوں / گورنروں کا طبقہ اپنی انتظامی کارکردگی اور وسیع اختیارات کے سبب اہم ترین تھا۔ شہری نظم و نسق کے اس شعبہ کے تمام کارکنوں کا تقرر مستقل بنیادوں پر ہوتا تھا چنانچہ والیوں کی غالب اکثریت عہد نبوی کے اواخر تک اپنے اپنے عہدوں پر فائز رہی، بلکہ ان میں سے بعض تو خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی تک بحال رہے۔ عہد نبوی میں ان کے عہدہ کی مدت تین ماہ سے تین چار سال تک نظر آتی ہے بعض گورنروں کو معزول یا تبدیل بھی کیا گیا۔ ان میں سے مکہ، نجران اور جرش کے پہلے گورنروں کی تقرری عارضی یا مختصر مدت کے لیے تھی جبکہ ان کے جانشینوں کی تقرری مستقل تھی۔ بحرین کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے: بعض سے ان کی معزولی کا اندازہ ہوتا ہے

اوران کی جگہ حضرت ابان بن سعید اموی کی تقرری کا ذکر ملتا ہے۔لیکن صحیح وہ روایت معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق دونوں حضرات بحرین کے دو الگ الگ علاقوں کے حکمراں تھے۔[۹۰] ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان گورنروں کو ان کی خدمات کے صلہ میں تنخواہیں بھی ملتی تھیں۔[۹۱]

والیان نبوی کا قبائلی اور علاقائی تجزیہ خاصی اہمیت کا حامل ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزل ونصب کی پالیسی کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔کل والیوں کی تعداد تینتیس تھی جن میں سے قریش کے بارہ[۱۲] افراد تھے قریشی ولاۃ میں سب سے زیادہ یعنی سات[۷] کا تعلق بنوامیہ کے مختلف خانوادوں سے تھا۔ چار جو حقیقی بھائی بھی تھے مشہور سعیدی خانوادہ (بنوابی احیحہ سعید بن عاص) سے تعلق رکھتے تھے، دو کا تعلق بنو حرب بن امیہ کے خاندان سے تھا جبکہ آخری اموی والی حضرت عتاب بن اسید کا تعلق اس کی ایک نسبتاً کم اہم شاخ بنو اسید سے تھا۔حضرت ابوسفیان کے سوا جو جلد ہی سبک دوش ہو گئے تھے بقیہ اپنی ولایات میں پوری مدت تک کام کرتے رہے۔ان میں حضرت عبداللہ بن سعید اموی، گورنر قریٰ عربیہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے تھے۔بلاذری نے ایک روایت میں صراحت کی ہے کہ وفات نبوی کے وقت چار اموی گورنر اپنے عہدوں پر فائز تھے لیکن مورخ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کا نام نہیں لیا ہے ورنہ ان کی تعداد پانچ ہوتی۔ان "خالص امویوں" کے علاوہ دو اور گورنر — حضرات علاء بن حضرمی اور سعید بن قشیب ازدی بنوامیہ کے حلیف تھے اس لیے عرب قبائلی روایات کے مطابق ان کا شمار بھی ان کے سرپرست خاندان ہی میں کیا جاتا ہے۔باقی قریشی گورنروں میں بنو ہاشم، بنو فہر، بنو مطلب، بنو سہم اور بنو مخزوم کا صرف ایک ایک فرد شامل تھا مدینہ کے قبیلہ خزرج کے چھ گورنر تھے جن کا تعلق اس کی مختلف شاخوں سے تھا۔اس طرح وسطی ومرکزی قبائل کی نمائندگی اس شعبہ حکومت میں لگ بھگ چھپن فیصد تھی۔یہ دلچسپ اور اہم نکتہ ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک دوسرے قبیلہ اوس کو اس طبقہ میں کوئی نمائندگی نہیں ملی۔مشرقی عرب کے قبائل میں سے صرف ثقیف اور طے کو نمائندگی ملی تھی۔ان میں سے اول الذکر کے اگرچہ دو گورنر تھے لیکن ایک کی تقرری عارضی ثابت ہوئی۔شمالی عرب کے کسی فرد کو یہ عہدہ نہیں ملا البتہ جنوبی عرب کے چھ طبقات/قبائل کے نو افراد اس عہدہ پر فائز ہوئے تھے۔ان میں سے دو[۲] ایراتی تھے۔منتشر قبائل میں سے صرف تمیم کے دو گورنروں کا ذکر ملتا ہے۔

جہاں تک ان گورنروں کے زمانہ قبول اسلام کا تعلق ہے تو تینتیس افراد میں سے صرف پانچ کو سابقین اولین کے زمرہ میں شمار کیا جا سکتا ہے، جبکہ آٹھ دوسرے ہجرت سے کچھ قبل یا کچھ بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے بقیہ نے کافی تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا۔ان میں سے سات صلح حدیبیہ سے کچھ پہلے

یا اس کے معاً بعد زمانے کے باقی فتح مکہ کے زمانے کے مسلمان اور طبقہ طلقاء مکہ میں سے تھے۔ ان میں حضرت عتاب بن اسید اموی کی نصرت اسلام کا ذکر روایات میں عین فتح مکہ کے زمانے میں بھی لایا جاتا ہے حالانکہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح حضرات ابوسفیان بن حرب اموی اور نوفل بن حارث ہاشمی مدتوں تک بلکہ کہنا چاہیے کہ اپنی تقرری سے چند ماہ قبل تک اسلام دشمن طبقہ میں سے تھے۔ ثقیف کے دونوں افراد ـــ حضرات ہبیرہ اور عثمان ـــ بھی فتح سے ذرا قبل اور بعد کے مسلم تھے۔ اس تمام تجزیہ سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اسلام سے پہلے کے گناہ و جرائم پر نہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی یہ "سیاہ پس منظر" اسلامی ریاست کے مناصب پر تقرری کے باب میں اثر انداز ہوتا تھا۔ ایک دو گورنروں کے سوا جن میں حضرت ابوسفیان اموی معمر ترین تھے بقیہ تمام گورنروں کا تعلق جوان نسل سے تھا۔ ان میں سے حضرات عتاب بن اسید اموی اور عثمان بن ابی العاص ثقفی کے بارے میں مآخذ میں صراحت ملتی ہے کہ تقرری کے وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ بیس سال تھی۔ اسی طرح دوسرے بعض اہم ترین والیوں کی عمریں تیس چالیس کے درمیان تھیں یا اس سے بھی کم۔ اس حقیقت کو اس پس منظر میں دیکھنا چاہیے کہ ان نوجوانوں کو معمر اور اکابر شیوخ و رئیسوں پر ترجیح دی گئی تھی۔[۹۲]

مرکزی اور صوبائی انتظامیہ کے جائزہ کے بعد مقامی انتظام کا درجہ آتا ہے جو دراصل عرب کی قبائلی سرداری کے اصولوں پر قائم تھا۔ عملاً مقامی انتظام و انصرام کی ذمہ داری ہر رئیس و شیخ قبیلہ کی ہوتی تھی جو مختلف ماتحت بطون/خاندانوں کے شیوخ کے ساتھ مل کر علاقہ/قبیلہ کا نظم و نسق چلاتا تھا۔ قبائلی شیوخ کا تقرر بنیادی طور سے ان کا اپنا داخلی معاملہ تھا لیکن اس کی منظوری اور تصدیق دربار رسالت سے ضروری تھی۔ کبھی کبھی آپ از خود کسی قبیلہ/بطن یا گروہ کا سردار مقرر کر دیتے اور اس پر کسی نے دخل اندازی کا الزام نہیں لگایا یا اور کسی طرح کی نکیر نہیں کی۔ یہ مقامی منتظمین اور شیوخ قبیلہ "ریگ کے ذرات یا آسمان کے ستاروں" کے مانند بے شمار تھے۔ ان میں سابقین بھی تھے اور متوسطین و متاخرین بھی ـــ جوان بھی تھے اور ادھیڑ عمر و بوڑھے بھی۔ یعنی ہر طبقہ و عمر کے افراد ان میں شامل تھے۔ جنہوں نے مختلف اوقات میں اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سے اکثر کا ذکر مآخذ میں نہیں ملتا، محض گنتی کے چند ناموں کا حوالہ صراحت کے ساتھ ملتا ہے جن پر تفصیل سے کہیں اور بحث کی جا چکی ہے۔[۹۳] انھیں مقامی منتظمین میں شہر مدینہ کے نقیبوں کا شمار بھی ہونا چاہیے کہ ان کی انتظامی ذمہ داری بھی کچھ اسی نوعیت کی تھی۔ ان کی تعداد شروع میں بارہ تھی جن میں سے نو خزرج اور تین اوس کے تھے۔ بعد میں بعض کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں کو مقرر کیا گیا مآخذ سے ان کی کل تعداد اٹھارہ معلوم ہو سکی ہے۔ ان میں سے خزرج کے بارہ افراد تھے جن کے اسماء گرامی

ہیں: حضرات اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک، برا بن معرور، بشر بن برا بن معرور، عبداللہ بن عمرو، سعد بن عبادہ، منذر بن عمرو، عبادہ بن صامت عمرو بن جموح اور مسیب بن عمرو ان میں حضرت بشر اور آخری دو حضرات بعد میں کسی وقت مقرر ہوئے تھے۔ اوس کے نقیب تھے حضرات اسید بن حضیر، سعد بن خثیمہ، رفاعہ بن عبدالمنذر، ابوالہیثم بن التیہان اور رافع بن خدیج۔ ان میں سے موخر الذکر دو کا تقرر بعد کے زمانے کا ہے۔ حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی نقیب النقباء تھے مگر ہجرت کے معاً بعد ہی ان کی وفات ہوگئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عہدہ بذات خود سنبھال لیا[۹۴]

قرون وسطیٰ میں قضاء / قاضی کا عہدہ انتظامیہ کا ہی جزو سمجھا جاتا تھا چنانچہ اکثر وبیشتر حاکم علاقہ عدلیہ کا افسر اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔ اس حیثیت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ریاست اسلامی کے قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس بھی تھے مرکز میں آپ کے علاوہ حضرات عمر، علی، معاذ بن جبل، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری عقبہ اور معقل بن یسار کے اسماء گرامی قاضیان ومفتیان شہر میں گنائے جاتے ہیں۔ صوبائی گورنروں خاص کر حضرت معاذ بن جبل خزرجی کے بارے میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بیان ملتا ہے کہ ان کو قاضی کے اختیارات بھی حاصل تھے۔ مقامی طور سے یہ اختیارات مقامی منتظمین کو بھی عطا کئے گئے تھے۔ ان قضاۃ کے بارے میں یہ اہم بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ ان کے دوسرے اختیارات کی مانند ان کے عدلیہ کے اختیارات بھی انھیں کے علاقوں تک محدود تھے اور کسی دوسرے علاقہ کے قاضی کے فیصلے پر اثر انداز نہیں ہو سکتے تھے۔ اس قسم کا اعلیٰ حق صرف نبوی عدلیہ کو حاصل تھا جو تمام عدالتوں پر تفوق وامتیاز رکھتی تھی[۹۵]

مقامی منتظمین میں بازار کے افسروں کا ذکر بھی ملتا ہے جو خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ شہر مدینہ اور دوسرے بازاروں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار بطور سربراہ مملکت کے قائم تھا تاہم آپ نے شہر مدینہ کے لیے ایک مخصوص افسر بازار کا تقرر کیا تھا اور وہ حضرت عمر فاروق تھے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق فتح مکہ کے فوراً بعد بنوامیہ کے خاندان سعیدی کے ایک اور فرد حضرت سعید بن سعد اموی کو مکہ کے بازار کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ طائف کے محاصرہ کے دوران شہید ہو گئے تھے تاہم ان کی تقرری سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچتی ہے کہ ان کے بعد ان کا جانشین یقیناً مقرر کیا گیا ہوگا۔ اس شعبہ میں ایک افسر اگر سابقین اولین میں سے تھا تو دوسرا متاخرین مسلمانوں میں سے۔ عمر کے اعتبار سے دونوں کا شمار جوانوں میں کرنا چاہیے۔ حضرت عمر کی مثال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ افسر مستقل ہوتے تھے اور ان کو اس خدمت کا غالباً کچھ صلہ اور معاوضہ بھی ملتا تھا[۹۶]

حکومت نبوی کے شہری نظم ونسق کے شعبہ میں افسروں اور حکام کی تقرری کی سب سے پہلی شرط وصفت اسلام پر پختہ عقیدہ تھا کہ اس کے بغیر تقرری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس کے بعد دوسری اہم ترین شرط صلاحیت ولیاقت تھی۔ اور یہ اتنی اہم اور ہمہ گیر شرط تھی کہ اس کے سامنے سبقت اسلام اور خدمات دینی بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔ سبقت اسلام یا دینی معلومات بذات خود اہم ترین خصوصیات ہیں اور دین ومذہب کے باب میں ان سے بہتر اور کوئی صفت شائد نہ ٹھہرے لیکن انتظامیہ میں انتظامی لیاقت، سیاسی تدبر، دنیاوی سوجھ بوجھ معاملہ فہمی اور حالات ومواقع کی واقفیت وغیرہ زیادہ اہم تھیں اور ان کی رعایت نبوی انتظامیہ میں بھرپور کی گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ متاخر مسلمانوں اور نوجوان صحابہ کو اکابرو سابقین کرام پر اکثر وبیشتر ترجیح دی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دانستہ طور سے اور بڑی حکمت وتدبر کے ساتھ یہ پالیسی اختیار کی تھی کہ اکابر صحابہ کو انتظامی مشینری میں پوری طرح مدغم نہ کیا جائے بلکہ ان کو بطور مشیر ووزیر پایہ تخت میں رکھا جائے۔ اس کی دو مصلحتیں معلوم ہوتی ہیں: اول یہ کہ ان کی معاملہ فہمی، تدبر اور اصابتِ رائے سے فائدہ اٹھایا جائے اور دوم یہ کہ انتظام وانصرام کے لوث وغش سے ان کو پاک رکھا جائے تاکہ عوام میں وہ اپنے عہدوں اور مناصب کے سبب آلودہ داماں نہ گردانے جائیں اور ان سے احترام، عقیدت اور محبت کے جذبات قائم رہیں۔ یہی سبب ہے کہ نبوی انتظامیہ میں نوجوان اور پرجوش صحابہ کو اکابر وقدیم صحابہ پر ہر شعبۂ انتظام میں ترجیح دی گئی۔ علاقائی اور قبائلی رعایت بھی وجہ تقرری بن سکتی تھی لیکن اس کی حیثیت ہمیشہ ثانوی ہی رہی جہاں تک سماجی قدر ومنزلت اور خاندانی جاہ وعزت کا تعلق ہے تو نبوی انتظامیہ میں اور دوسرے شعبوں کی مانند اس کا قطعی سوال نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے رشتہ داری، قرابت اور خاندانی تعلق نہ تو تقرری کی بنیاد بنتے تھے اور نہ تقرری میں مانع ہی تھے۔ گذشتہ صفحات کی مفصل بحث سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ حکومت نبوی کی اساس صلاحیت ولیاقت کے اوصاف پر رکھی گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہر شعبہ ومحکمہ میں پوری طرح مثالی اور کامیاب ثابت ہوئی۔

تعلیقات وحواشی

۵۱ اسلامی ریاست کے ارتقا کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب اول نقوش، لاہور ۱۹۸۲ء، رسول نمبر، جلد پنجم ص ۹۹-۲۴۳ نیز ڈاکٹر نثار احمد، عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء نقوش مذکورہ بالا۔ ص ۱۶-۱۱۳

۵۲ عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت مذکورہ بالا اور عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء، باب دوم سوم اور

چہارم ص ۱۸۵-۱۸۴

۵۳ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب چہارم ص ۶۳۹-۵۷۹

۵۴ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، قاہرہ ۱۹۵۵ء، دوم ص ۵۹، ص ۵۹۸ وغیرہ؛ واقدی، کتاب المغازی مرتبہ مارسڈن جونز، آکسفورڈ ۱۹۶۶ء، ص ۱۸۰ وغیرہ؛ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارالمعارف، بیروت ۱۹۵۷ء، دوم ص ۸ وغیرہ؛ طبری، تاریخ طبری، قاہرہ ۱۹۶۱ء، دوم ص ۴۰۷ وغیرہ؛ بلاذری، انساب الاشراف، مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۵۹ء اول ص ۲۸ اور ص ۲۸۷-۸ وغیرہ؛ ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون بیروت ۱۹۶۷ء، دوم ص ۷۴۴ وغیرہ۔

۵۵ نواب رسول کے لیے عام طور سے فقرہ "علی الصلوٰۃ" مآخذ میں استعمال ہوا ہے اس لیے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ملاحظہ ہو حوالہ جات کے لیے حاشیہ اول۔

۵۶ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، ص ۸۲-۵۷۹

۵۷ ابن ہشام، دوم ص ۶۱-۵۹؛ ابن سعد، دوم ص ۸؛ انساب الاشراف، اول ص ۲۸۷؛ طبری، دوم ص ۴۰۷؛ ابن خلدون، دوم ص ۷۴۴ اور ابن اثیر جزری، اسد الغابہ، تہران سنہ ء، دوم ص ۲۸۳-۵ اور ص ۲۹۶-۷ (آئندہ صرف اسد سے حوالہ آئے گا)

۵۸ ابن سعد، دوم ص ۹؛ انساب الاشراف، اول ص ۲۸۷؛ طبری، دوم ص ۴۰۷؛ اسد، دوم ص ۲۲۳-۴

۵۹ ابن ہشام، دوم ص ۵۹۸؛ ابن سعد، دوم ص ۹؛ انساب الاشراف، اول ص ۲۸۷؛ طبری، سوم ص ۴۰۸ اور اسد پنجم ص ۲۱۸۔ ۶۰ ابن سعد، دوم ص ۶۳؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۴۲۔

۶۱ ابن ہشام، دوم ص ۶۱۲۔ نیز ملاحظہ ہو انساب الاشراف، اول ص ۲۸۹ اور ابن خلدون، دوم ص ۷۴۸-۹

۶۲ واقدی، ص ۱۸۰-۸۱؛ ابن سعد، دوم ص ۱۲ اور ص ۲۹-۳۰؛ طبری، دوم ص ۴۸۱ اور ص ۴۸۵۔ نیز ملاحظہ ہو ابن ہشام دوم ص ۴۵؛ انساب الاشراف، اول ص ۲۸۹، ص ۳۰۹-۱۰ اور اسد، پنجم ص ۲۸۴-۵

۶۳ حضرت ابن ام مکتوم کی تقرریوں کے لیے ملاحظہ ہو ابن ہشام، دوم ص ۶۱۲؛ سوم ص ۴۳، ص ۴۶، ص ۱۰۲، ص ۲۲۰، ص ۲۳۴، ص ۲۷۹، ص ۲۸۴ اور ص ۳۹۹؛ واقدی، ص ۱۸۴، ص ۱۹۷، ص ۱۹۹، ص ۳۷۱، ص ۴۴۱، ص ۴۹۶، ص ۵۳۷، ص ۵۳۸، ص ۵۴۷ اور ص ۵۷۳؛ ابن سعد، دوم ص ۳۱، ص ۳۵-۶، ص ۳۹، ص ۴۹، ص ۵۸، ص ۶۶، ص ۷۴، ص ۷۹، ص ۸۰، ص ۹۵، ص ۱۳۵؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۱۰-۱۱، ص ۳۲۸-۹، ص ۳۴۷-۵۰، ص ۳۶۴-۵ طبری، دوم ص ۴۸۳، ص ۵۳۶، ص ۵۵۵، نیز اسد، چہارم ص ۱۲۷

۶۴ ابن ہشام، دوم ص ۴۶ اور ص ۲۰۳؛ واقدی، ص ۱۹۶ اور ص ۴۰۲؛ ابن سعد، دوم ص ۳۵ اور ص ۶۱؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۱۱ اور ص ۳۴۴ اور طبری، دوم ص ۵۵۶۔ نیز ملاحظہ ہو اسد، سوم ص ۲۷۶-۸۴

۱۵ھ واقدی ص۳۸۳؛ ابن سعد، دوم ص۵۹؛ انساب الاشراف، اول ص۲۴۴

۱۶ھ ابن ہشام، دوم ص۲۱۳ اور سوم ص۶۰۰؛ واقدی، ص۵۴۰ اور ص۶۳۶؛ ابن سعد، دوم ص۶۲ اور ص۱۰۶؛ انساب الاشراف، اول ص۳۴۴ اور ص۳۵۲؛ اسد، دوم ص۲۵۹ ۱۷ھ ابن سعد، دوم ص۱۲۰؛ اسد پنجم ص۲۵۰

۱۸ھ ابن ہشام، سوم ص۲-۵۱۹؛ واقدی ص۹۹۵؛ ابن سعد، دوم ص۱۶۵؛ انساب الاشراف، اول ص۳۶۸ نیز اسد الغابہ، چہارم ص۳۳۱ اور ص۲۰-۱۶۱ (بالترتیب) ۱۹ھ زمانہ قبول اسلام کے لیے ملاحظہ ہو صحابہ کرام کے تراجم۔

۲۰ھ ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش (رسول نمبر) جلد دوازدہم لاہور ۱۹۸۴ء ضمیمہ دوم۔ ۱، ص۷-۲۶ ۲۱ھ ملاحظہ ہو صحابہ کرام کے تراجم مذکورہ بالا۔ ۲۲ھ قرآن کریم، سورہ آل عمران آیت ۱۵۹

۲۳ھ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، خلافت وملوکیت دہلی ۱۹۷۹ء باب اول۔

۲۴ھ ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ الفریڈ گلیوم، لندن ۱۹۵۵ء ص۶-۲۳۵؛ بخاری، صحیح، باب الاذان؛ ابوداؤد، سنن؛ باب بدء الاذان؛ انساب الاشراف، اول ص۲۷۳؛ نیز مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۷۴ء اول ص۲۸۳ نیز حاشیہ ۳ ۲۵ھ بخاری، باب المساجد، باب الہجرۃ، ـــــ باب الحج، کتاب البیوع ۲۶ھ ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت باب اول بحث بر مواخاۃ۔ نیز ابن اسحاق، ص۲۳۲ وغیرہ

۲۷ھ بلاذری، فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء ص۲۲؛ زرقانی، شرح علی المواہب اللدنیہ، قاہرہ ۸-۱۹۰۷ء دوم ص۸۷

۲۸ھ بخاری، باب فضائل الانصار؛ یحییٰ ابن آدم، کتاب الخراج، لیڈن ۱۸۹۶ء ص۱۹

۲۹ھ ابن اسحاق، ص۹۹-۴۹۵؛ واقدی، ص۴۲۸، ص۴۴-۴۳۰ وغیرہ؛ بخاری، باب حدیث الافک؛ مسلم، باب حدیث الافک؛ نیز ملاحظہ ہو قرآن کریم، سورہ نور، آیات کریمہ ۲۰-۱۱۔ ۳۰ھ بخاری، باب فضائل اصحاب النبی اور فضائل عمر۔

۳۱ھ بخاری، غزوۃ الحدیبیہ اور کتاب الشروط ۳۲ھ ابوداؤد، باب المرء والعبد یحذمان من الغنیمۃ

۳۳ھ انساب الاشراف، اول ص۳۵۵ ۳۴ھ ایضاً

۳۵ھ بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل؛ کتاب اللباس، باب ما کان یتجوز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللباس۔ ۳۶ھ ملاحظہ ہو غطفان سے معاہدہ کے سلسلہ میں حضرات سعد بن عبادہ وسعد بن معاذ وغیرہ سے حدیث نبوی متعلقہ۔ ۳۷ھ ابن اسحاق، ص۹۳-۴۹۲؛ واقدی ص۸-۱۰۷؛ بخاری، فضائل اصحاب النبی؛ طبری، دوم ص۷۷-۴۷۴؛ ابن سعد، دوم ص۶-۱۷؛ مسلم، غزوہ بدر؛ انساب الاشراف، اول ص۳-۲۹۲

۳۸ھ واقدی ص۵۳؛ انساب الاشراف، اول ص۲۹۳؛ طبری، دوم ص۴۴۴

۳۹ھ واقدی، ص۸-۱۰۷؛ طبری، دوم ص۷۳-۴۷۲۔ نیز بدر الموعد کے موقعہ پر شوریٰ کے لیے ملاحظہ ہو واقدی، ص۳۸۶

۴۰ھ واقدی، ص۱۳-۲۰۹؛ طبری، ص۲-۲۷۱؛ طبری دوم ص۳-۵۰۲؛ انساب الاشراف، اول ص۳-۳۱۲ نیز ابن

ابن اسحاق ص ۲-۳۷۱ ۴۱ واقدی، ص ۱۸۷ ۴۲ ابن اسحاق، ص ۴۵ وغیرہ؛ واقدی، ص ۵-۴۴۴؛ طبری، دوم ص ۵۶۶ ۴۳ ابن اسحاق ص ۵۴۴؛ واقدی، ص ۹-۴۷۷؛ طبری، دوم ص ۵۷۳

۴۴ واقدی صفحہ مذکورہ بالا ۴۵ ابن ہشام، دوم ص ۳۱۵؛ واقدی، ص ۶۰؛ ابن سعد، دوم ص ۹۷؛ طبری، دوم ص ۳۱-۶۳۰ ۴۶ واقدی ص ۴۴-۶۴۳ اور ص ۲-۶۵۱ ۴۷ واقدی، ص ۵۳۰، ۴-۶۴۳، ۶-۹۲۵

۴۸ واقدی، ص ۲۸۷ ۴۹ واقدی ص ۸۹۲ ۵۰ واقدی ص ۹۲۷ اور انساب الاشراف، اول ص ۳۶۷

۵۱ واقدی ص ۹۳۷ اور طبری، سوم ص ۸۴ ۵۲ واقدی، ص ۱۰۱۹

۵۳ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب چہارم ص ۹۵، ۵۸۸

۵۴ ابن سعد، اول ص ۲۷-۲۶۷ وغیرہ۔ نیز ملاحظہ ہو واقدی، ص ۶۱، ص ۹۶۷ وغیرہ۔ نیز ضمیمہ دوم۔۳۔ نقوش دوازدہم ص ۳۱-۳۰ ۵۵ ابن سعد، اول مذکورہ بالا، نیز ضمیمہ دوم۔۳ نقوش دوازدہم ص ۳۱-۳۰

۵۶ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب مذکورہ بالا، ص ۹۵-۵۸۸ اور ضمیمہ دوم۔۳

۵۷ مذکورہ بالا۔ حضرت معاویہ کے واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو خاص طور سے انساب الاشراف، اول ص ۵۳۲

۵۸ مذکورہ بالا کتاب اور اس کا ضمیمہ دوم۔۳۔ ۵۹ عبدالحئی کتانی، التراتیب الاداریہ، بیروت ۱۳۴۷ھ، اول ص ۱۱۸ ۶۰ انساب الاشراف، اول ص ۲۹۲ ۶۱ واقدی، ص ۳۶۶؛ ابن سعد، دوم ص ۵۷

۶۲ ابن ہشام، دوم ص ۳۰۳؛ واقدی، ۹-۴۵۸؛ طبری، دوم ص ۳-۵۵۲ ۶۳ ابن ہشام، دوم ص ۳۱۵؛ واقدی، ص ۶۰؛ ابن سعد، دوم ص ۹۶-۹۷؛ طبری دوم ص ۲-۶۳۱ ۶۴ ابن ہشام، سوم ص ۶۰۷؛ ابن سعد، اول ص ۶۳-۲۶۲ نیز ص ۸۵-۲۷۴؛ دوم ص ۱۲۸؛ اسد الغابہ، چہارم ص ۱۴-۱۳

۶۵ ابن سعد، اول ص ۲۷۳؛ دوم ص ۲۶۶؛ محمد بن حبیب بغدادی، کتاب المحبر، حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء ص ۷۵؛ طبری، سوم ص ۱۶۸؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ترجمہ عمرو بن امیہ ضمری۔ نیز اسد الغابہ تراجم صحابہ کرام مذکورہ بالا ۶۶ ابن سعد، اول ص ۹-۲۵۸ نیز ابن اسحاق، ص ۵۵-۶۵۲؛ ابن ہشام، سوم ص ۶۰۷؛ انساب الاشراف اول ص ۵۳۱ طبری، دوم ص ۵-۶۴۴؛ کتاب المحبر، ص ۷۷-۷۵؛ ابن خلدون، تاریخ، دوم ص ۹۰-۸۸۷؛ کتانی، اول ص ۵-۱۹۴ فرامین نبوی کے متون کے لیے ملاحظہ ہو محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیہ، قاہرہ ۱۹۵۶ء ص ۵۶-۲۱ وغیرہ

۶۷ واقدی، ص ۵۱۰؛ ابن سعد، دوم ص ۵۷؛ انساب الاشراف، اول ص ۳۴۷؛ فتوح البلدان، ص ۳۵؛ طبری، دوم ص ۸-۵۸۳۔ جدید تحقیقات کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب کا باب اول بحث بر غزوہ بنی قریظہ

۶۸ واقدی، ص ۵۵۹ اور ص ۸۸۲؛ ابن ہشام، دوم ص ۴۳۰ ۶۹ اسد الغابہ، سوم ص ۶۰-۵۹

۷۰ واقدی، ص ۱۰۲۶؛ ابن سعد دوم ص ۱۱۰ ۷۱ اسد الغابہ اول ص ۱۳۳

۷۲؎ اسد الغابہ، چہارم ص۷۲-۵۲ ۷۳؎ ایضاً اول ص۱۳۳ ۷۴؎ اسد الغابہ، پنجم ص۱۰ ۷۵؎ ایضاً حوالہ سابقہ ۷۶؎ ضمیمہ دوم ــ ۵ ۷۷؎ شعراء و خطباء کے لیے ملاحظہ ہو واقدی، ص۱۲۲-۶ ص۹۶۹-۸؛ طبری دوم ص۴۸-۲۲-۵، ص۴۸۴ سوم ص۱۹-۱۱۶ نیز ابن سعد، اول ص۲۹۴؛ اسد الغابہ میں ان کے تراجم نیز ابن ہشام کے متعدد صفحات جن پر ان کی شاعری و خطابت کے نمونے دیے گئے ہیں۔

۷۸؎ ملاحظہ ہو واقدی ص۲۷۸، اور اسد الغابہ میں ان کے تراجم

۷۹؎ والیوں کے اختیارات کے لیے ملاحظہ ہو میری مذکورہ بالا کتاب۔ نقوش پنجم ص۲۲-۶۲۰

۸۰؎ مصعب زبیری، کتاب نسب قریش، پیرس ۱۹۵۳ء، ص۸۳-۱۷۶؛ فتوح البلدان ص۴۸، کتاب المعبد ص۱۲۶؛ ابن حزم اندلسی، جمہرۃ انساب العرب، بیروت ۱۹۶۰ء ص۳۷؛ نیز اسد الغابہ، دوم، ص۳۷۴؛ چہارم ص۸-۱۰۷، پنجم ص۳-۱۱۲۔ ۸۱؎ ابن سعد، دوم ص۱۴۵ نیز اسد، پنجم ص۵۵

۸۲؎ ابن ہشام، دوم ص۴۴۰؛ سوم ص۵۰۰؛ واقدی ص۸۸۹ اور ص۹۵۹؛ ابن سعد، دوم ص۱۳۷؛ فتوح البلدان ص۷؛ انساب الاشراف، اول ص۳۰۴؛ طبری، سوم ص۳ اور ص۹۴؛ اسد، سوم ص۹-۳۵۸

۸۳؎ ابن ہشام، دوم ص۵۷۶، ص۶۰۰ اور ص۶۰۷؛ واقدی، ص۸۹۷؛ ابن سعد، دوم ص۱۶۱، فتوح البلدان، ص۸۷، ص۸۹ اور ص۹۲؛ طبری، سوم ص۱۳۷؛ اسد الغابہ، اول ص۷-۳۵؛ چہارم ص۱۸-۱۱۵، ص۲۱۷ اور پنجم ص۸-۷ ۸۵؎ ابن ہشام، دوم ص۶۰۰؛ ابن سعد، اول ص۳۲۲؛ طبری، سوم ص۱۴۷ نیز اسد، سوم ص۳-۲۹۲

۸۶؎ ابن سعد، اول ص۸۶، ص۲۷۸؛ اسد دوم ص۳۹؛ نیز ضمیمہ دوم ــ ۸

۸۷؎ ابن ہشام، دوم ص۵۹۰، ابن سعد، اول ص۵-۲۶۴؛ فتوح البلدان، ص۸۳-۸۰؛ طبری، سوم ص۱۲۱ اور ص۹-۲۲۸ اسد الغابہ، چہارم ص۸-۳۶۹ ۸۸؎ ابن ہشام، دوم ص۵۴۳، ص۵۹۰، ص۵-۵۹۴؛ ابن سعد، اول ص۲۶۵؛ فتوح البلدان ص۷ اور ص۸۳-۸۰؛ طبری، سوم ص۱۲۱، ص۱۲۸؛ ص۱۴۷، ص۳۰-۲۲۸ اور اسد میں ان کے تراجم

۸۹؎ طبری، سوم ص۳۰-۲۲۷؛ اسد، اول ص۱۶۳ اور سوم ص۶ حضرت باذان اور ان کے فرزند کے کارناموں کے لیے ملاحظہ ہو میری کتاب مذکورہ، نقوش پنجم، ص۱۵-۶۱۴

۹۰؎ حضرت علاء بن حضرمی اور بحرین کے صوبہ میں تق[illegible] کے لیے ملاحظہ ہو فتوح البلدان ص۹۲-۸۹

۹۱؎ ایک روایت کے مطابق مکہ کے گورنر حضرت [illegible]ناب بن اسید اموی کو چالیس اوقیہ چاندی ماہانہ تنخواہ ملتی تھی، ملاحظہ ہو میری کتاب مذکورہ متن ص۶۱۱ اور حاشیہ ۲۱۱

۹۲؎ قبائلی اور علاقائی تعلق، زمانہ قبول اسلام اور عمر کے لیے ملاحظہ ہو اسد الغابہ، استیعاب وغیرہ میں ان کے تراجم۔ تاریخ و سیر کی کتابوں میں بھی اس سلسلے اکثر و بیشتر حوالے ملتے ہیں، مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو میری

مذکورہ کتاب کا متن نقوش رسول نمبر پنجم ص۲۰-۶۱۷ اور ان کے متعلقہ حواشی۔

۹۳ھ مذکورہ بالا کتاب، نقوش، پنجم ص۲۷-۶۲۲۔ معلوم و مذکور شیوخ قبائل کے لیے ملاحظہ کیجئے ابن ہشام، دوم ص۴۹۱، ص۵۸۳، ص۵۸۷ اور ص۵۹۴ وغیرہ؛ واقدی، ص۵۶۱ اور ص۹۵۵؛ ابن سعد، اول ص۲۱۲، ص۳۲۵، ص۳۲۷، ص۴۱-۲۴۰ وغیرہ، طبری، دوم ص۶-۱۳۴؛ سوم ص۹-۸۸، ص۳۰-۱۲۸، ص۶-۱۳۴، ص۱۴۰ وغیرہ اور اسد میں متعدد تراجم

۹۴ھ ملاحظہ ہو ابن ہشام، دوم ص۲۰۴؛ ابن سعد، اول ص۱۳-۱۰۸ نیز سوم میں ان کے تراجم، انساب الاشراف اول، ص۲۵۲؛ فتوح البلدان ص۲۰ اور اسد الغابہ میں ان کے تراجم۔ نیز ملاحظہ ہو بحث بر نقبا مدینہ، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، پنجم ص۳۰-۶۲۷

۹۵ھ ابن سعد، دوم ص۵-۳۲۵ اور اسد میں ان کے تراجم نیز میری کتاب میں متعلقہ بحث۔

۹۶ھ کتانی، اول ص۵-۲۸۴۔ نیز ملاحظہ ہو ابن سعد، دوم ص۱۴۵۔ نیز عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت؛ ص۳۳-۶۳۲

ادارہ تحقیق کمپلکس فنڈ

میں دل کھول کر حصہ لیجئے

ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کو بہت ہی مختصر سے عرصہ میں جو شہرت اور مقبولیت ملی ہے اور اسے جو وسعت حاصل ہوئی ہے اس کے لیے ہم صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔ اس عرصے میں ادارہ کا سہ ماہی ترجمان "تحقیقات اسلامی" منظر عام پر آیا جو آج بحمد اللہ ہندوستان میں اسلامیات کے صفِ اول کے مجلہ کی حیثیت سے اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ طبع زاد تحقیقی تصانیف اور تراجم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس وقت بھی متعدد ضخیم کتابیں زیر طباعت ہیں۔ اس کے علاوہ ادارہ میں تصنیفی تربیت کا شعبہ باقاعدگی سے کام کر رہا ہے جو قدیم و جدید درسگاہوں کے فارغین کی تصنیفی تربیت کا نظم کرتا ہے، ادارہ کے اسٹاف اور اس کے انتظامی شعبے نے وسعت اختیار کر لی ہے۔ ادارہ کی لائبریری میں کتابوں کا اضافہ بھی روز افزوں ہے۔ اس وجہ سے ادارہ کی موجودہ عمارت جس میں پہلے بھی کسی نہ کسی طرح کام چلایا جا رہا تھا اب اس کے لیے بالکل ہی ناکافی ہو کر رہ گئی ہے۔ ادارہ کے پیش نظر منصوبے کو آگے بڑھانے کی موجودہ عمارت میں کوئی صورت نہیں ہے۔

ادارہ کے سامنے شروع ہی سے ایک بڑے کمپلکس کا منصوبہ رہا ہے جس میں اس کے تمام دفاتر، ریسرچ اسکالرس کے لیے ہاسٹل، اسٹاف کے لیے فیملی کوارٹرس، ایک وسیع لائبریری، پریس اور ایک خوبصورت مسجد کا نقشہ شامل ہے۔ اب اس مقصد کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ایریا میں ایک بڑا پلاٹ خریدنے کا فیصلہ کیا گیا ہے جس کی قیمت اندازاً ڈھائی، تین لاکھ روپئے ہوگی۔ خدا کا شکر ہے امت کو ادارہ کے علمی و فکری کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہے اس لیے ہمیں توقع ہے کہ اس کے ہر طبقے کی طرف سے ادارے کے اس منصوبے کو خوش آمدید کہا جائے گا اور اس کے ہمدرد اور بہی خواہ "ادارۂ تحقیق کمپلکس فنڈ" میں دل کھول کر تعاون کریں گے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے

براہ کرم چیک اور ڈرافٹ صرف ادارہ کے نام IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-IS-LAMI — ALI GARH ارسال کریں۔ والسلام

مخلص۔ جلال الدین عمری۔ سکریٹری ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ